علامہ اقبال یورپ میں

فضل اللہ مہیسر
ناظم مولوی محمد اسماعیل میموریل لائبریری محمد علی پنو عاقل (سندھ)

اقبال کی یورپ کے لیے سفر کی تیاری: یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ ۱۹ویں صدی عیسوی کا آٹھواں عشرہ بڑا ہی مردم خیز تھا۔مثلاً: لینن ۱۸۷۰ء، فلسفی برٹنڈرسل ۱۸۷۳ء، چرچل اور ناول نگار سمرسٹ ماہم ۱۸۷۴ء، امریکی ناول نویس تھامس مان ۱۸۷۵ء، رضا شاہ اول ۱۸۷۶ء، جرمنی کا چانسلر ایڈینار ۱۸۷۷ء، علامہ اقبال ۱۸۷۷ء، مولانا محمد علی جوہر اور کمال اتاترک وقائد اعظم محمد علی جناح ۱۸۷۶ء، روسی سیاست دان ٹراٹسکی اور اسٹالن اور سائنسدان آئین اسٹائین ۱۸۷۹ء سب اسی عشرے کی پیداوار ہیں، گویا قدرت دنیا کے مختلف گوشوں اور شعبوں میں جو انقلاب لانا چاہتی تھی اس کی داغ وبیل اسی عشرے میں ڈالی گئی۔

یورپ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا خیال علامہ اقبال کے ذہن میں کس طرح آیا؟ اس کے متعلق کچھ قیاس آرائیاں اس طرح ہیں۔ایک واقعہ تو ان کا ''ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر'' کے لیے مقابلے کے امتحان میں بیٹھنا تھا، یہ امتحان ۱۹۰۱ء میں ہوا تھا۔امید تھی کہ اس میں اقبال امتیازی حیثیت سے کامیاب ہوجائینگے، لیکن میڈیکل بورڈ نے انہیں ان فٹ قرار دیا۔اس کھلی دھاندلی پر منشی محمد دین فوق اور منشی محبوب عالم، (مدیر پیسہ اخبار) نے بہت احتجاج کیا جس کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو، ممکن ہے اسی واقعے سے دلبرداشتہ ہو کر اقبال نے یورپ جانے کا فیصلہ کیا ہو۔دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آپ کو قانونی تعلیم حاصل کرنے سے خاصی دلچسپی تھی لاہور کے ''لاء اسکول'' سے آپ نے وکالت کا امتحان پاس کرنے کی کوشش تھی، لیکن قانونی پیچیدگیاں حائل ہوگئیں۔جب

آپ کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد پر حکومت کے بعض افسروں نے جھوٹا مقدمہ چلایا تو آپ کا یہ احساس اور بھی شدت اختیار کر گیا ہوگا کہ انہیں قانون کی تعلیم ضرور حاصل کرنی چاہیے۔

ایک اور خاص بات یہ بھی تھی کہ وہ یورپ جا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی خواہش اپنے محبوب استاد سر ٹامس آرنلڈ سے حاصل کریں۔ کیونکہ وہ واپس چلے گئے تھے جس کا علامہ کو شدید دکھ بھی ہوا تھا، جس پر انہوں نے اپنے محبوب استاد کی یاد میں ایک نظم بھی لکھی ہے ممکن ہے کہ انہوں نے بھی اپنے لائق شاگرد کو انگلستان آنے کی دعوت دی ہو اس وقت تک آپ نے اپنی ملازمت سے کچھ رقم پس انداز کر لی تھی لیکن بیشتر اخراجات آپ کے بڑے بھائی عطا محمد نے برداشت کیے۔ اقبال نے ملازمت سے بغیر تنخواہ طویل چھٹی لی، اس وقت عطا محمد ایم ای ایس ایبٹ آباد میں ملازم تھے، تیاری مکمل کرنے کے بعد اقبال اپنے بھائی سے ملنے ایبٹ آباد گئے۔ ایبٹ آباد میں شام کے وقت آپ باغ کی سیر کو نکلے اور جہاں اب میونسپل کا دفتر ہے اس کے سامنے کھڑے ہو کر کوہ سربن سے اٹھنے والی گھٹا اور پل بھر بارش برسنے کا دلفریب منظر دیکھا تو اس سے متاثر ہو کر نظم ''ابر'' لکھی جو ''بانگ درا'' میں شامل ہے۔

ایک دو دن ایبٹ آباد میں قیام کے بعد واپس لاہور آگئے، پھر دہلی گئے وہاں خواجہ نظام الدین اولیاء کے مزار پر گئے اور وہاں ''التجائے مسافر'' کے عنوان سے اپنا الوداعی سلام پیش کیا، علاوہ ازیں امیر خسرو اور غالب کے مزارات پر بھی حاضری دی التجائے مسافر کے اشعار پیش خدمت ہیں:

چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے — شراب علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو
میری زبان قلم سے کسی کا دل نہ دکھے — کسی سے شکوہ نہ ہو زیر آسماں مجھ کو
دلوں کو چاک کرے مثل شانہ جس کا اثر — تیری جناب سے ایسی ملے فغاں مجھ کو
پھر آ رکھوں قدم مادر وپدر پر جبیں — کیا جنہوں نے محبت کا راز داں مجھ کو
وہ میرا یوسف ثانی وہ شمع محفل عشق — ہوئی ہے جس کو اخوت قرار جہاں مجھ کو
شگفتہ ہو کہ کلی دل کی پھول جائے — یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

اس دعا میں اقبال کے آئندہ علمی سفر کی منزلوں کے نشانات صاف نظر آ رہے ہیں،

یہاں پر حقیقت میں یوسف ثانی اپنے بھائی شیخ عطا محمد کو کہتے ہیں جنہوں نے چھوٹے بھائی کا مستقبل بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

اقبال کی یورپ میں آمد:

انگلستان پہنچنے کے بعد اقبال نے اپنے استاد آرنلڈ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ ان کا قیام کسی ایسے گھر میں کر دیا جائے جہاں ذبیحہ کا خاص انتظام ہو۔ یورپ میں یہودیوں کے ہاں ہی اس کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک یہودی عورت کے ہاں جس کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ تھی قیام کیا۔ اس عورت کے ہاں قیام کے دوران ان کی یہ عادت تھی کہ وہ رفع حاجت کے لیے لوٹا ساتھ لے جاتے تھے۔ مالکہ مکان نے ایک دن پوچھا کہ تم غسل خانے میں لوٹا ساتھ لے جاتے ہو۔ آپ نے فرمایا ''اسلامی طہارت کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ قضائے حاجت کے بعد صرف کاغذ یا مٹی کے ڈھیلے کا استعمال کافی نہیں بلکہ پانی سے استنجا کرنا بھی ضروری ہے'' اس سلسلے میں مزید گفتگو کے دوران انہوں نے طہارت کے اسلامی اصول بیان کیے۔ مثلاً انہوں نے بتایا کہ غسل جنابت مسلمان مرد اور عورت پر اس طرح فرض ہے کہ جس طرح عورت پر طہر کا غسل۔ پھر آپ نے اس عورت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''بڑی بی آپ کو اس طرح کے کسی غسل کی حاجت نہ ہوگی البتہ طہارت کے لیے پانی ضرور استعمال کیجئے'' یہ باتیں سن کر بڑی بی بہت خوش ہوئیں اور اسلامی قاعدے سے طہارت کرنے کا وعدہ کر لیا۔

اقبال کی تعلیمی وتدریسی سرگرمیاں:

۱۹۰۵ء میں اقبال نے کیمبرج یونیورسٹی کے ٹرینٹی کالج میں داخلہ لے لیا۔ اسی کالج سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی اس کے بعد لندن کے لاء کالج ''لنکن ان'' میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اسی دوران میں آپ نے میونخ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کے لیے ''فلسفہ عجم'' پر مقالہ لکھنے کا آغاز کر دیا۔ آپ نے اپنا مقالہ انگریزی میں لکھا۔ ۲۸ اگست ۱۹۰۷ء کو میونخ پہنچے۔ وہاں

پروفیسر ران کی حسین اور طرح دار بیٹی ان کی معلم اور اتالیق رہی۔ ۳۰ اگست کو آپ ہائیڈل برگ میں مقیم ہو گئے (چنانچہ اب وہاں ایک تختی نصب کی گئی ہے جس میں اقبال کا نام اور ان کے قیام کی تاریخیں درج ہیں)۔ ۴ نومبر ۱۹۰۷ء کو میونخ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد لندن واپس آئے اور ''لنکن ان'' سے بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ اس کے علاوہ معاشیات اور سیاسیات کے مطالعے کے لیے ''لندن سکول آف اکنامکس'' میں داخلہ لیا اور کیمبرج یونیورسٹی سے فلسفہء اخلاق'' کے موضوع پر لکھ کر ڈگری بھی حاصل کی۔

قیام یورپ کا زمانہ اقبال کی ذہنی نشو ونما میں ایک نہایت اہم دور قرار دیا جا سکتا ہے، کیونکہ اس دور میں اقبال کے تخیلات میں بڑی اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں اور انہوں نے اپنے لیے ایک منزل کا تعین کیا۔ اس ضمن میں سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ انگلستان کی مادی خوشحالی سے پیدا ہونے والی لادینیت اور بے راہ روی نے اقبال پر الٹا اثر کیا اور یوں اسلامی تعلیمات و معاملات اور شعائر میں ان کا شغف پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا۔

چنانچہ یورپ کے دوران قیام اقبال کے جن افکار و خیالات نے شاعری کا جامہ پہنا وہ اکثر و بیشتر اسی تاثیر کے حامل ہیں۔ پنجاب کے بابائے اردو یعنی شیخ عبدالقادر بھی انہی دنوں انگلستان میں بیرسٹری کی تعلیم کے لیے مقیم تھے، مگر وہ اقبال سے ایک سال پہلے ہندوستان واپس آ گئے تھے۔ ان کی واپسی کے کچھ عرصہ بعد اقبال نے انہیں ایک منظوم مراسلہ لکھا جو ''بانگ درا'' میں شامل ہے، بظاہر یہ مراسلہ ایک دوست کا خط ہے، مگر درحقیقت اس دور پنہاں کا طوفان ہے جو ان دنوں شاعر کے دل دردمند میں کروٹیں لے رہا تھا۔ اقبال فرماتے ہیں۔

اٹھ کہ ظلمت ہوئی پیدا افق خاور پر — بزم میں شعلہ نوائی سے اجالا کر دیں
ایک فریاد ہے مانند سپند اپنی بساط — اسی ہنگامے سے محفل تہ وبالا کر دیں
اہل محفل کو دکھا دیں اثر صیقل عشق — سنگ امروز کو آئینہ فردا کر دیں
جلوۂ یوسف گم گشتہ دکھا کر ان کو — تپش آمادہ تراز خون زلیخا کر دیں

اس چمن کو سبق آئین نمو کا دے کر قطرۂ شبنم بے مایہ کو دریا کر دیں
رخت جاں بت کدۂ چیں سے اٹھالیں اپنا سب کو محورخ سعدی و سلیمی کر دیں
دیکھا یثرب میں ہوانا قہ لیلی بیکار قیس کو آرزوئے نو سے شناسا کر دیں
بادہ دیرینہ ہو اور گرم ہو ایسا کہ گداز جگر شیشہ و پیانہ و مینا کر دیں
گرم رکھتا تھا ہمیں سردیءمغرب میں جوداغ چیر کر سینہ اسے وقف تماشا کر دیں
شمع کی طرح جئیں، بزم گہء عالم میں خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

قیام یورپ کے زمانے کی جو معلومات ہم تک پہنچیں ہیں اس کے لیے ہم اقبال کی ایک خاتون دانشور دوست بیگم عطیہ فیضی کے مرہون منت ہیں جن کے ساتھ علامہ انگلستان اور جرمنی میں متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔ اقبال کی دعوت پر وہ کچھ عرصہ جرمنی میں بھی رہیں اور پھر واپس ہندوستان لوٹ آئیں۔

مئی ۱۹۸۸ء میں لندن کے کیکسٹن ہال میں جسٹس سید امیر علی کے زیر صدارت مسلمانان لندن کا اجلاس ہوا جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کی لندن شاخ کا افتتاح ہوا۔ سید امیر علی صدر اور اقبال مجلس عاملہ کے رکن منتخب ہوے۔ اقبال نے کیمبرج یونیورسٹی میں اسلام اور اسلامی فلسفے پر نصف درجن مقالات لکھے۔ ''پان اسلام سوسائٹی'' کی تنظیم میں حصہ لیا۔ انگلستان، سکاٹ لینڈ اور جرمنی کے مختلف علاقوں کے دورے کیے۔ لندن میں اسلام پر کئی لیکچر دیئے۔ پی ایچ ڈی کے لیے مقالہ لکھنے کے دوران عجمی تصوف کا تحقیقی مطالہ کیا جس سے نظریہء وحدت الوجود کا طلسم پاش پاش ہوگیا۔ وطنیت کا جو تصور یورپی اقوام میں رائج تھا اقبال نے اس کا بھی مشاہدہ کیا اور بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ وطنیت خود ایک بت ہے اور اسے توڑنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اب اقبال نے کھل کر یہ کہنا شروع کر دیا:۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے

قیام یورپ کے دوران عملی جدوجہد کی برکتیں کچھ اس طرح روشن ہوئیں کہ اقبال نے

شاعری چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا، لیکن شیخ عبدالقادر اور سر آرنلڈ کے اصرار پر یہ ارادہ ترک کرنا پڑا، اس سلسلے میں جو دوسری تبدیلی واقع ہوئی وہ فارسی کو اپنے اظہار کے لیے برتنا تھا۔ اب اقبال نے زیادہ تر فارسی ہی کو اپنے خیالات کے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ قیام یورپ کے آخری ایام میں پروفیسر آرنلڈ کی رخصت کے دوران چھ ماہ تک لندن میں عربی پروفیسر رہے اور تین برس کے قیام کے بعد متعدد ڈگریوں کے ساتھ وطن لوٹے۔

دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت:

حکومت برطانیہ نے ہندوستاں کے آئینی مسائل کے حل کے لیے دوسری گول میز کانفرنس کا اعلان کیا جو دسمبر ۱۹۳۱ء میں لندن میں منعقد ہونے والی تھی، اس میں شرکت کے لیے مولانا شوکت علی، مولانا شفیع داؤدی، سر آغا خان، محمد علی جناح اور علامہ اقبال کو بھی مدعو کیا گیا تھا، انہی ایام میں علامہ اقبال کو مزید دو دعوتیں موصول ہوئیں۔ پہلی دعوت روم اکیڈمی کی طرف سے تھی، مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی نے عالم اسلام کے اتحاد کا جامع منصوبہ بنایا اور تمام اسلامی مما لک کے نمائندوں کو بیت المقدس آ کر تبادلہء خیال کی دعوت دی۔ علامہ اقبال کو بھی شرکت کا دعوت نامہ موصول ہوا۔

علامہ اقبال ۸ اگست ۱۹۳۱ء کو لاہور سے روانہ ہوے اور دوسرے دن دہلی کے ریلوے سٹیشن پر پہنچے جہاں کوئی تین ہزار افراد آپ کے انتظار میں جمع تھے۔ جونہی گاڑی رکی اور آپ ڈبے سے باہر نکلے ہجوم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور پھولوں کی بارش شروع کر دی۔ آپ نے مختصر خطاب کر کے کہا:

> ''میرے ساتھ نہ تو کوئی پرائیویٹ سیکریٹری ہے اور نہ کوئی سیاسی پلندہ جس پر اپنے دلائل کی اساس قائم کروں۔ میرے ساتھ حق وصداقت کی ایک جامع کتاب ''قرآن مجید'' ہے جس کی روشنی میں مسلمانان ہند کے حقوق کی ترجمانی کرنے کی کوشش کرونگا''۔

۲۰ اگست کو پورٹ سعید پہنچے۔ عدن کی بندرگاہ پر ساحل عرب کو دیکھ کر آپ پر عجیب

وغریب کیفیت طاری ہوگئی اور سرزمین عرب کو مخاطب کرتے ہوے وہ یوں گویا ہوے:

''اے عرب کی مقدس سرزمین تجھ کو مبارک ہو۔ تو ایک پتھر تھی، جس کو دنیا کے معماروں نے رد کر دیا تھا تجھ پر کیا جادو کیا کہ موجودہ دنیا کے تہذیب وتمدن کی بنیاد تجھ پر رکھی گئی...... تیرے ریگستانوں نے ہزاروں مقدس نقش قدم دیکھے ہیں۔ کاش میرے بدکردار جسم کی خاک تیرے ریت کے ذروں میں مل کر تیرے بیابانوں میں اڑتی پھرے اور یہی میری زندگی کے تاریک دنوں کا کفارہ ہو۔ اور کاش میں تیرے صحراؤں میں لٹ جاؤں اور دنیا کے تمام سامانوں سے آزاد ہوکر تیری تیز دھوپ میں جلتا ہوا اور پاؤں کے آبلوں کی پرواہ نہ کرتا ہوا اس پاک سرزمین میں جاسکوں جس کی گلیوں میں اذان بلالؓ کی عاشقانہ آواز گونجتی تھی''۔

۲۷ اگست ۱۹۳۱ء کو اقبال انگلستان پہنچے اور اپنے سات سالہ فرزند جاوید اقبال کو بذریعہ تار خیریت سے لندن پہنچنے کی اطلاع بھیجی۔ اس اثنا میں مولانا غلام رسول مہر یورپ ہوتے ہوے انگلستان پہنچ گئے۔ 18 نومبر کو لندن کی ''اقبال لٹریری ایسوسیئیشن'' نے علامہ اقبال کے اعزاز میں ایک شاندار پارٹی کا اہتمام کیا، جس میں ہندوستان اور انگلستان کی منتخب سیاسی شخصیتوں نے شرکت کی۔ لفظ ''پاکستان'' کے خالق چوہدری رحمت علی بھی شریک محفل تھے اقبال کی تصنیف ''اسرار خودی'' کے انگریز مترجم اور علامہ اقبال کے یورپ کے ادبی حلقوں میں متعارف کرانے والے پروفیسر نکلسن بھی موجود تھے۔ سروجنی نائیڈو بھی حاضر تھیں. صدارت کے فرائض سر شیخ عبدالقادر نے انجام دیئے۔

جاوید اقبال سے خط وکتابت:

گول میز کانفرنس کے دوران لندن میں اقبال کو اپنے فرزند جاوید اقبال کے ہاتھ کا لکھا ہوا پہلا خط موصول ہوا جس میں انہوں نے اپنے والد سے گراموفون لانے کی فرمائش کی تھی۔ گراموفون تو خیر وہ نہ لائے'' البتہ خط کے جواب میں ایک غزل لکھ کر بھیج دی جو'' بانگ درا'' میں جاوید کے نام کے عنوان سے شامل ہے۔

دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر نیا زمانہ نئے صبح وشام پیدا کر
خدا اگر دل فطرت شناس دے تجھ کو سکوت لالہ وگل سے کلام پیدا کر
اٹھا نہ شیشہ گران فرنگ کے احسان سفال ہند سے مینا وجام پیدا کر
میں شاخ تاک ہوں میری غزل ہے میرا ثمر میرے ثمر سے مئے لالہ وفام پیدا کر
میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

اٹلی میں آمد اور مصروفیات:

انگلستان سے واپسی میں اٹلی کی حکومت کی دعوت پر روم گئے مولانا غلام رسول مہر علامہ صاحب کی معیت میں تھے۔ معلوم ہوا کہ افغانستان کے بادشاہ امان اللہ خان بھی روم میں مقیم ہیں، چنانچہ کوئی تین گھنٹے ان سے بھی ملاقات ہوئی جس میں انگلستان اور عالم اسلام کا مستقبل خاص طور زیر بحث رہا.

۲۷ نومبر کو مسولینی کی خواہش پر علامہ اقبال نے اس سے ملاقات کی، رسمی مزاج پرسی کے بعد مسولینی نے علامہ سے پوچھا: ''میری فاشٹ تحریک کے بارے آپکا کیا خیال ہے''؟ علامہ اقبال نے جواب دیا'' آپ نے ڈسپلن کے اصول کا بڑا حصہ اپنالیا ہے جسے اسلام اپنے نظام حیات کے لیے بہت ضروری سمجھتا ہے لیکن اگر آپ اسلام کا نظریہ حیات پوری طرح اپنالیں تو سارا یورپ آپ کے تابع ہوسکتا ہے'' مسولینی نے علامہ سے اٹلی کے قیام کے بارے مین ان کے تاثرات پوچھے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا'' میں اطالویوں کے متعلق سمجھتا ہوں کہ وہ ایرانیوں سے بہت مشابہت رکھتے ہیں اور بڑے فطین وذہین، خوبصورت اور فن پرست ہیں ان کے پیچھے تمدن کی کتنی ہی صدیاں ہیں مگر ان میں خون نہیں'' مسولینی نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا تو آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا. ''ایرانیوں کو ایک فائدہ میسر رہا ہے جو اطالویوں کو میسر نہیں اور وہ یہ کہ ان کے اردگرد مضبوط اور توانا قومیں افغان، کرد اور ترک آباد ہیں جن سے وہ تازہ خون حاصل کر سکتے ہیں: آپ ایسا نہیں کر سکتے'' اس پر مسولینی نے پوچھا'' اچھا ہم اٹلی والوں کو کیا کرنا

چاہیے؟ علامہ نے جواب دیا یورپ کی تقلید سے منہ موڑ کر مشرق کا رخ کرو اس لیے کہ یورپ کا اخلاق ٹھیک نہیں مشرق کی ہوا تازہ ہے اس میں سانس لو''.

مسولینی نے علامہ اقبال سے کوئی اچھوتا مشورہ کیا جو خاص اٹلی کے حالات کے لیے موزوں تھا تو علامہ صاحب نے فرمایا، '' ہر شہر کی آبادی مقرر کر کے اس کو اس خاص حد سے آگے بڑھنے نہ دو۔ اس سے زیادہ آبادی کے لیے نئی بستیاں مہیا کی جائیں'' مسولینی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا '' شہر کی آبادی جس قدر بڑھتی جاتی ہے اس کی تہذیبی و اقتصادی توانائی بھی کم ہوتی جاتی ہے اور ثقافتی توانائی کی جگہ محرکات شر لے لیتے ہیں. علامہ نے مزید کہا یہ میری ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ ہمارے رسول اکرم ﷺ نے ۱۳سو برس پہلے یہ مصلحت آمیز ہدایت جاری فرمائی تھی.

کہ جب مدینہ منورہ کی آبادی ایک حد سے تجاوز کر جائے تو مزید لوگوں کو آباد ہونے کی اجازت دینے کی بجائے دوسرا شہر آباد کیا جائے یہ حدیث شریف سنتے ہی مسولینی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور دونوں ہاتھ میز پر زور سے مارتے ہوئے کہا کتنا خوب صورت خیال ہے! علامہ اقبال نے '' مسولینی'' کے عنوان سے ایک نظم بھی لکھی تھی جس کے چند اشعار ملاحظہ فرمائے:

ندرت فکر و عمل کیا شے ہے؟ ذوق انقلاب
ندرت فکر و عمل کیا شے ہے؟ ملت کا شباب

نوجوان تیرے ہیں سوز آرزو سے سینہ تاب
یہ محبت کی حرارت! یہ تمنا، یہ نمود،

فصل گل میں پھول رہ سکتے نہیں زیر حجاب
نغمہ ہائے شوق سے تیری فضا معمور ہے

زخمہ ور کا منتظر تھا تیری فطرت کا رباب
فیض یہ کس کی نظر کا ہے؟ کرامت کس کی ہے؟

وہ کہ ہے جس کی نگہ مثل شعاع آفتاب

اس ملاقات کے کچھ عرصہ بعد مسولینی نے حبشہ پر چڑھائی کر دی، تو آپ نے مسولینی کی اس جوع الارض کی حرکت کی سخت مذمت کی اور 18 اگست 1935ء کو ایک نظم '' ابی سینا'' کے عنوان سے لکھی، جو ضرب کلیم میں شامل ہے۔ اس کے بعد کسی نے علامہ اقبال کو لکھا کہ آپ نے مسولینی کے متعلق دو نظمیں لکھی ہیں، جو ایک دوسرے کی زد ہیں، اس کی کیا وجہ ہے۔ اس پر آپ نے

مختصر سا جواب دیا، اگر اس بندہ خدا میں رحمانی اور شیطانی دونوں صفات موجود ہیں تو اس کا میرے پاس کیا علاج ہے؟''

اٹلی میں دوران قیام ایک روز علامہ اقبالؒ مولانا غلام رسول مہر کے ساتھ کولوسیم کے آثار قدیمہ دیکھنے گئے، وہاں پر ایک ماہر نے بتایا کہ روم کے ان اکھاڑوں میں پچاس ہزار آدمی بیک وقت تماشا دیکھ سکتے تھے، واپس اپنی قیام گاہ پر پہنچنے کے بعد مولانا صاحب سے کہنے لگے:

''ایک طرف قدیم رومی شہنشاہ تھے جنہوں نے ایک عظیم الشان عمارت اس غرض کے لیے بنائی کہ پچاس ہزار انسان بیٹھ کر انسانوں اور درندوں کی لڑائی کا تماشہ دیکھ سکیں۔ دوسری طرف لاہور کی بادشاہی مسجد ہے جو اس غرض کیلیے تعمیر کی گئی ہے کہ ایک لاکھ بندگان خدا جمع ہو کر مساوات، اخوت اور محبت کے سچے اور مخلصانہ جذبات کا مظاہرہ کر سکیں۔ اس ایک مثال کو سامنے رکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کتنی برکات کا سرچشمہ ہے''۔

تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت:

جب دوسری گول میز کانفرنس بھی ہندوستان کے آئینی مسائل حل نہ کر سکی تو ہندوستان کی حکومت نے تیسری گول میز کانفرنس کا انعقاد کیا۔ یہ کانفرنس ۱۷ نومبر ۱۹۳۲ء کو شروع ہوئی اور 24 دسمبر کو ختم ہوئی۔ علامہ اقبال نے اس کانفرنس میں شرکت کے علاوہ نپولین کے مزار پر حاضری دی، اور مشہور محقق میگ نون سے ملاقات بھی کی جس نے دلائل سے ثابت کیا تھا کہ ''دانتے'' کی تصنیف (Divine comedy) اسلامی روایات وحکایات سے ماخوذ ہے۔ پھر مشہور فلسفی ''برگسان'' سے بھی طویل ملاقات کی اور اس کے نظریہ زماں پر بحث کی جسے علامہ اسلامی تصور کے بہت قریب سمجھتے تھے علامہ اقبال نے ''نپولین کے مزار پر'' کے عنوان سے ایک نظم لکھی ہے، اس کے اشعار اسطرح ہیں:۔

راز ہے راز ہے تقدیر جہان تگ وتاز　　جوش کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز

جوش کردار سے شمشیر سکندر کا طلوع　　کوہ الوند ہوا جس کی حرارت سے گداز

جوش کردار سے تیمور کا سیل ہمہ گیر سیل کے سامنے کیا شے ہے نشیب و فراز
صف جن گاہ میں مردان خدا کی تکبیر جوش کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز
ہے مگر فرصت کردار نفس یا دو نفس عوض یک دو نفس قبر کی شب ہائے دراز

پروفیسر برگسان سے ملاقات کے دوران جب علامہ اقبالؒ نے اس سے ''اسلامی تصور زماں'' کے سلسلے میں حضور ﷺ کی یہ حدیث سنائی زمانہ کو برامت کہو کہ زمانہ خود خدا سے ہے. تو یہ حدیث سنتے ہی برگسان ششدر رہ گیا اور کرسی سے اچھل کر آگے بڑھا اور علامہ اقبال سے پوچھنے لگا کیا یہ واقعۃً حدیث ہے؟''

اسپین کے سفر کے دوران جو چیز علامہ اقبال کے لیے سب سے زیادہ دلچسپی کا باعث بنی وہ مسجد قرطبہ تھی، جو اسپین میں مسلمانوں کے سات سو سالہ دور حکومت کے گواہ کے طور پر موجود تھی اور بڑی شان سے ایستادہ تھی، اس مسجد کو گرجا گھر میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ اقبال نہ صرف اس مسجد کو دیکھنا چاہتے تھے بلکہ یہاں پر نماز بھی پڑھنا چاہتے تھے لیکن رکاوٹ یہ تھی کہ اسپین کے قانون کے مطابق اس مسجد میں اذان دینا اور نماز پڑھنا ممنوع تھا، پروفیسر آرنلڈ کی کوشش سے اقبال کو اس شرط کے ساتھ مسجد میں اذان دینے اور نماز ادا کرنے کی اجازت دی گئی کہ وہ مسجد میں داخل ہوتے ہی دروازہ اندر سے بند کر دیں.

مسجد میں داخل ہوتے ہی علامہ اقبال نے اپنی آواز کی پوری قوت کے ساتھ اذان دی۔ سات سو سال کے طویل عرصے میں یہ پہلی اذان تھی جو مسجد کے در و دیوار سے بلند ہوئی۔ اذان سے فارغ ہونے کے بعد اقبال نے مصلیٰ بچھایا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ نماز میں آپ پر اس قدر رقت طاری ہوگئی کہ گریہ وزاری کو برداشت نہ کر سکے اور سجدے کی حالت میں ہی بیہوش ہو گئے، جب آپ ہوش میں آئے تو آنکھوں سے آنسو نکل کر رخساروں پر بہہ رہے تھے اور سکون قلب حاصل ہو چکا تھا. جب آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو یکا یک اشعار کا نزول ہونے لگا حتی کہ پوری دعا اشعار کی صورت میں مانگی.

اس دعا کے چند اشعار یہاں ملاحظہ فرمائیں.

ہے یہی میری نماز ہے یہی میرا وضو میری نواؤں میں ہے میرے جگر کا لہو
راہ محبت میں ہے کون کسی کا رفیق ساتھ میرے رہ گئی ایک مری آرزو
تجھ سے گریباں مرا مطلعِ صبح نشور تجھ سے مرے سینے میں آتش اللہ ہو
تجھ سے مری زندگی سوز وتب ودرد وداغ تو ہی میری آرزو تو ہی میری جستجو
پھر وہ شراب کہن مجھ کو عطا کر کہ میں ڈھونڈ رہا ہوں اسے توڑ کے جام وسبو
تیری خدائی سے میرے جنوں کو گلہ اپنے لیے لامکاں میرے لیے چار سو
فلسفہ وشعر کی اور حقیقت ہے کیا؟ حرف تمنا جسے کہہ نہ سکیں روبرو

علامہ اقبالؒ مسجد قرطبہ کی شان وشوکت سے بڑے متاثر ہوے چنانچہ انہوں نے مسلمانان ہسپانیہ کے شاندار ماضی کے پس منظر میں ''مسجد قرطبہ'' کے عنوان سے ایک طویل نظم لکھی ہے جو کہ علامہ کے نظریہ حیات اور شعر کے فن شاہکار ہے.

سلسلہ روز وشب نقش گر حادثات سلسلہ روز وشب اصل حیات وممات اسپین کے مشہور دریا وادی الکبیر کے کنارے بیٹھ کر اقبال نے مسلمانوں کی نشاۂ ثانیہ (Renaissance) کا خواب دیکھتے ہوے لکھا ہے.

آب روان کبیر! تیرے کنارے کوئی دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب
عالم نو ہے ابھی پردۂ تقدیر میں میری نگاہوں میں ہے اس کی سحر بے حجاب
لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روح امم کی حیات کشمکش انقلاب صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

اسپین کے سفر کے بعد علامہ محمد اقبالؒ 22 فروری 1933ء کو واپس وطن پہنچ گئے.

حوالہ جات وحواشی

1۔ ضربِ کلیم.

2۔ بانگِ درا.

3۔ اسرار خودی.

4۔ پیام مشرق.

5۔ کلیات اقبال.

6۔ جاوید نامہ.

7۔ ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور. (خصوصی اشاعت پیام اقبال بنام نوجوانان ملت۔ سال 2002ء).

8۔ Syed Abdul Wahid _ "Introduction to iqbal".

9۔ پوشیدہ تیری خاک میں (سفرنامہ اندلس) از ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی..